Lesson 4: Al-Kahf (Ayaat 32-59): Day 18

سُوْرَۃُ الکھف کی تفسیر

یہاں سے آدمؑ اور ابلیس کا قصہ شروع ہو رہا ہے۔ یہ قرآن پاک کا چوتھا مقام ہے جہاں پہ یہ قصہ آئے گا۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾

اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا تو اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں (اور شیطان کی دوستی) ظالموں کے لئے (خدا کی دوستی کا) برا بدل ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل کے ساتویں رکوع کی پہلی آیت بھی بالکل اسی طرح سے ہے، جیسے یہاں سورۃ کھف کی ہے۔ آدم اور ابلیس کا قصہ ہے۔

آدم اور ابلیس کا قصہ۔

یہ قصہ قرآن پاک میں سات دفعہ آتا ہے۔ باقی مقام کا تو ذکر نہیں لیکن قرآن پاک کے اس حصے سے پتہ چلے گا کہ ابلیس جنوں میں سے تھا۔ کیونکہ، كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ وہ جنات میں سے تھا تو اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ کیونکہ وہ جنوں میں سے تھا اس لئے نافرمانی کا مرتکب ہوا۔

مطلب ہے کہ اگر فرشتہ ہوتا تو کبھی بھی نافرمانی نہ کرتا۔ کیونکہ فرشتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سورۃ تحریم لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ﴿٦﴾

جو ارشاد خدا ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّیَّتَهٗۤ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ، تو کیا تم بناتے ہو دوست اسکو اور اسکی اولاد کو میرے سوا۔ حالانکہ لَكُمْ عَدُوٌّ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ہمیں کہا جارہا ہے کہ جس ابلیس کی ابلیسیت واضح ہے کہ جس نے اللہ کا حکم نہیں مانا اور تم اس کی بات مانتے ہو۔ یعنی جس نے اللہ کی نہیں مانی، تم اُسکی مانتے ہو۔ جانتے بوجھتے کبھی کوئی اپنے دشمن کی بات مانتا ہے۔ وہ دشمن جس نے تمہارے باپ کو جنت سے نکلوا دیا، اب تمہیں بھی نکلوانا چاہتا ہے۔ تمہیں اللہ نے کتنی شان دی، اشرف المخلوقات بنایا، فرشتوں کو تمہارے سامنے جھکا دیا اور تمہیں دنیا کی خلافت دی اور تم میری ساری باتوں کو چھوڑ کر ابلیس کی بات مانتے بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا بہت برا بدل ہے ان ظالموں کے لئے۔ یہ بدل سے مراد 'متبادل' ہے۔ نعوذ باللہ، اللہ کا متبادل شیطان کو بنالیا۔ تمہاری چوائس کو کیا ہو گیا۔ یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کتنے پیار سے بنایا۔

مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۖ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَضُدًا ﴿٥١﴾

میں نے ان کو نہ تو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت بلایا تھا اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت۔ اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔

یعنی جس وقت زمین اور آسمان بنے تھے میں نے اس وقت ان سب کو کھڑا نہیں کر لیا تھا،

بلکہ جب ان کو پیدا کیا تھا اس وقت بھی ان کو گواہ نہیں بنایا تھا کیونکہ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ،

اور میں ایسا نہ تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔

اس آیت کا مطلب، ڈانٹ کی حد ہے، کہ تم شیطان اور اس کے گروہ کو میرے برابر لا کر کھڑا کر رہے ہو، مجھے چھوڑ کر اس کو اپنا دوست بناتے ہو۔ زمین وآسمان کی تخلیق اور خود اپنی تخلیق کے موقع پر تم خود بھی گواہ نہیں ہو۔ کیا تم دشمن کی بات مان کر اللہ تعالیٰ سے خیر کی امید رکھتے ہو، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہاں پہ اصل میں اشارہ مکہ والوں کی طرف ہے اور پھر اس کے بعد آج ہم سب کی طرف ہے ، ہم شیطان کی بات مان کر اس کو شریک بناتے ہیں۔ اس کی بات مانتے ہوئے تو ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ دنیا اللہ نے بنائی، اتنی بڑی کائنات کو چھوڑ کر ایک بے بس ہستی کو پوجتے ہو۔ یہاں انسان کی حماقت بتائی جارہی ہے اور یہاں شیطان کی پوجا سے مراد اس کی اطاعت ہے۔ سورۃ فاتحہ میں ہم اطاعت کے تین درجے پڑھ چکے۔ یہاں اطاعت والا شرک ہے کہ تم اس کی اطاعت کر کے تم اسی کی عبادت کرتے ہو

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾

اور جس دن خدا فرمائے گا کہ (اب) میرے شریکوں کو جن کی نسبت تم گمان (الوہیت) رکھتے تھے بلاؤ تو وہ ان کے بلائیں گے مگر وہ ان کو کچھ جواب نہ دیں گے۔ اور ہم ان کے بیچ میں ایک ہلاکت کی جگہ بنادیں گے۔

قرآن میں بہت کم جگہ پر واحد متکلم یا جمع متکلم آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میں نہیں کہوں گا

بلکہ وہ کہے گا ، قیامت کے دن وہ پوچھے گا کہاں ہیں وہ سب تمہارے شریک جن کے بارے میں تمہارا گمان تھا کہ وہ تمہاری مدد کریں گے۔فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا۔ بلاؤ تو وہ ان کو بلائیں گے مگر وہ ان کو کچھ جواب نہ دیں گے۔ اور ہم ان کے بیچ میں ایک ہلاکت کی جگہ بنادیں گے۔

ساری شخصیات چاہے اولیاء کی، انبیاء کی، یا فرشتوں کہ ہوں، قیامت کے دن ان کو اور ان کے پیچھے چلنے والوں کو ایک دوسرے سے دور کر دیا جائے گا۔ تا کہ ان کو پتہ چل جائے کہ وہ ان کی مدد کو نہیں آئیں گے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو خود کہتے ہیں کہ ہمیں پوجو لیکن یہاں وہ لوگ جو ساری زندگی توحید پر رہے، عبادات کیں اُنکا بھی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ ان کی مدد کرنا چاہیں گے بھی تو ہم ان کے درمیان رکاوٹ ڈال دیں گے۔

وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾

اور گنہگار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں۔ اور اس سے بچنے کا کوئی رستہ نہ پائیں گے۔

یہ مجرم جن کو لگے گا کہ ہمیں کسی بھی لمحے کوئی دھکا دے گا اور پھر ہم جہنم میں گر جائیں گے وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا اور پھر وہ اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔

ان سب آیات کا تھیم "شرک" ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جو لوگ تھے وہ بھی اس وقت شرک کا شکار تھے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں صرف ایک جملے میں ابلیس کی بات کر کے بتادیا کہ یہ ابلیسیت ہوتی ہے کہ جب اللہ کا

حکم آجائے پھر نہ ماننا، تو یہ تکبر ہوتا ہے۔ صرف وہی بات نہیں مانتا جس کے دل میں اپنی بڑائی ہوتی ہے۔ جتنی اللہ کی بڑائی آتی ہے، اتنی اللہ کی بات کی بھی بڑائی آتی ہے۔ وہ جنوں میں سے تھا، تو سارے ابلیس جنوں میں سے نہیں ہیں۔ جنوں میں اچھے بھی ہوتے ہیں، برے بھی ہوتے ہیں۔ اچھے جن جنت میں جائیں گے اور جو خراب جن ہیں وہ شیاطین کہلاتے ہیں اور یہ شیاطین دنیا میں بہکانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اگلی آیات میں قرآن پاک کی تعریفیں ہیں۔ کس طرح لوگ اس قرآن کو نہیں سمجھتے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول کھول کر بیان کر دیا۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے طرح طرح کی مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ لیکن انسان سب چیزوں سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

یہی بات ہم سورۃ بنی اسرائیل آیت 80 میں بھی ہم پڑھ چکے ہیں۔ قرآن میں ایک ہی مضمون بار بار اس لیے آتا ہے تاکہ آپ اس کو توجہ سے سن سکیں۔ یہ اللہ کی محبت ہے کہ ایک بات بار بار بتائی جاتی ہے۔ کہ ہو سکتا ہے پہلی دفعہ آپ نہ سُن سکے ہوں۔ صرف ماں ایک بات کو بار بار کرتی ہے تو اس بات چڑنا نہیں چاہیے، بلکہ اس سے محبت کو محسوس کرنا چاہیے۔ یہ وہی رب جس نے یہ سب پیدا کیا، وہی بتاتا ہے وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا لیکن انسان تمام مخلوق سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 89 کے شروع میں بھی یہ الفاظ ہیں لفظوں کی ترتیب میں تھوڑا سا فرق ہے۔

دونوں آیتوں کے آخری حصے مختلف ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل میں یہ تھا کہ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا پس اس میں سے اکثر نے انکار کیا۔ اور یہاں وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا انسان کو پیدا کرنے والی ہستی بتارہی ہے کہ انسان بڑا جھگڑالو ہے اور یہ بہت بڑا سچ ہے۔ اگر حقیقت میں انسان کو دیکھا جائے تو اس کی طبیعت کے اندر اپنا فائدہ حاصل کرنا ہے اور وہ اس لئے جھگڑتا ہے تاکہ میں زیادہ فائدہ لے لوں۔ بخل کی وجہ سے اور دوسروں کا حصہ لینے کی وجہ سے جھگڑتا ہے۔ اور اطاعت سے رُکنے کے لئے جھگڑتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے، مجھے اور فاطمہ دونوں کو مخاطب کرکے فرمایا تم لوگ تہجد کی نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ حضرت علی فرماتے ہیں میں نے جواب دیا یارسول اللہ ہمارے نفس اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ چاہے گا تو ہم اٹھ جائیں گے۔ یہ سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراواپس آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران پر ہاتھ رکھ کر فرمایا وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا (صحیح بخاری)

حضرت علی نے اپنے قصور کا اعتراف کرنے کے بجائے، مشیت الٰہی کا عُذر پیش کردیا اور اُس اختیار کی طرف توجہ نہ کی جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان جھگڑالو ہے۔ خود سے پوچھیے، میں کتنی جھگڑالو ہوں۔ کہ جب جھگڑا ہونے والا ہوتا ہے تو اس وقت میرا رویہ کیا ہوتا ہے؟

جھگڑے اچھے نہیں ہوتے اس سے سکون ختم اور برباد ہو جاتا ہے۔ جھگڑے کو پیار میں بدل دیں ڈھال دیں، اس وقت بات کو مذاق میں لے جائیں۔

یہ وہ چیزیں ہیں جن کے اندر پڑھنے سے اس زندگی کا حسن ختم ہو جاتا ہے پھر اور جھگڑا ہوتا ہے اس لئے انسان اپنے آپ کو بہت زیادہ پیس فل رکھے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰى وَيَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ اور لوگوں کے پاس جب ہدایت آگئی تو ان کو کس چیز نے منع کیا کہ ایمان لائیں۔ اور اپنے پروردگار سے بخشش مانگیں۔ بجز اس کے کہ (اس بات کے منتظر ہوں کہ) انہیں بھی پہلوں کا سا معاملہ پیش آئے یا ان پر عذاب سامنے آ موجود ہو۔

بالکل اسی سے ملتی ہوئی آیت سورۃ بنی اسرائیل میں آیت نمبر 94 میں بھی ہے۔ دونوں سورتوں میں آیت کا شروع کا حصہ ایک جیسا ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ الۡهُدٰٓى،

اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آگئی تو ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا کوئی چیز مانع نہ ہوئی

اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ ، بجز اس کے کہ (اس بات کے منتظر ہوں کہ) انہیں بھی پہلوں کا سا معاملہ پیش آئے، جو لوگ ہدایت پہ آنے کے بعد بھی ایمان نہیں لا رہے اور اللہ کے حضور استغفار نہیں کر رہے، اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کے لیے بھی پچھلی قوموں جیسا عذاب لکھا جا چکا ہے۔ ان کی بد بختی ہے کہ سارے وسائل موجود ہیں، سارے مواقع موجود ہیں لیکن پھر بھی یہ ہدایت کو لینا نہیں چاہتے یا پھر اس بات کا انتظار کر رہے ہیں اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا یا یہ چاہتے ہیں کہ ان کے سامنے عذاب آ جائے، ان کے مقابلے میں عذاب آ جائے اور پھر یہ مانیں گے اور یہ اللہ کی سنت نہیں ہے زبردستی کسی کو ہدایت دے۔ ہدایت ایک تحفہ ہے۔

آپ کسی کو کوئی تحفہ دیں تو اس کو زبردستی قبول کرنے کے لئے تو نہیں کہا جاسکے گا۔ اور اگر وہ منہ پھیر لے، تیوریاں چڑھالے تو آپ اس کو زبردستی تو نہیں دیں گے۔

تو اسی طرح اللہ بھی بے قدروں کو ہدایت اور دین نہیں دیتا۔ یہ ہدایت اللہ کی کتاب ہے، اللہ کا دین ہے، اللہ کا نبی ہے۔ آپ کسی انسان کی زندگی پڑھ لیں چاہیے وہ امام بخاری کی کیوں نہ ہو، ان کو اللہ نے ہدایت پیش کی، انہوں نے قبول کرلی۔ جو ہدایت کو ریجیکٹ کر دیتا ہے اس کو ہدایت نہیں ملتی۔ ناشکرے لوگوں کو اور نہ قدرے لوگوں کو اللہ ہدایت کبھی بھی نہیں دیتا۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٦﴾

اور ہم جو پیغمبروں کو بھیجا کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ (لوگوں کو خدا کی نعمتوں کی) خوشخبریاں سنائیں اور (عذاب سے) ڈرائیں۔ اور جو کافر ہیں وہ باطل کی (سند) سے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو پھسلا دیں اور انہوں نے ہماری آیتوں کو اور جس چیز سے ان کو ڈرایا جاتا ہے ہنسی بنالیا۔

یہاں رسول جمع کے معنوں میں آیا ہے اور سورہ بنی اسرائیل میں واحد کے صیغے میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آیا تھا، وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ہم نے جس کام کے لئے نبیوں کو بھیجا تھا، تم اپنی زندگی دیکھو کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ مُبَشِّرِيْنَ اور مُنْذِرِيْنَ ۚ ، یہ ہے وہ کام جس کے لیے زندگیاں لگائی گئیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس کام پر لگی تو اللہ کے نبیؐ کی حدیث لکھنے والے لوگوں کی زندگیاں بھی اسی کام پر لگی۔

صحابہ کرام جن کو نبیؐ نے نائب بنایا تھا اُنکی زندگیاں بھی ایسی ہی تھیں۔

خلفائے راشدین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے عید کے دن بھی سوکھی روٹیاں پانی میں ڈبو کر کھا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا یا امیر المومنین عید کا دن ہے اور آپ سوکھی روٹیاں کھا رہے ہیں، تو کہنے لگا میری عید تو اُس دن ہو گی جب اللہ تعالیٰ مجھے کہے گا اے علی جا میں نے تجھے معاف کیا۔ یہ ہے اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ، وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ترجیحات بدلی ہوئی ہیں۔

دنیا میں چھوٹے چھوٹے کام کرنے والوں کا ہمیں بہت یقین ہے لیکن اللہ اور اُسکے رسولؐ کی دعوت کو ہم قبول نہیں کرتے۔ سورۃ انفال میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ اور اُسکے رسول کی دعوت کو قبول کرو، اسی میں تمہاری زندگی ہے۔۔ جب تک مسلمانوں نے مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ والا کام جاری رکھا تو دنیا میں امن اور چین تھا۔ نبی دنیا میں مُبَشِّرِيْنَ اچھے کام کرنے والے کے لئے ہوتے ہیں برے کام کرنے والوں کے لئے وَمُنْذِرِيْنَ ۚ ہوتے ہیں۔ اگر کوئی برے کام کر رہا ہے تو اس کو نبی ڈرائے گا تو اس کو نبی کی دعوت بری لگے گی۔

جب کوئی بندہ خود کام نہیں کر رہا ہوتا مثلاً کوئی تہجد نہیں پڑھ رہا آپ کسی محفل میں حدیث بتا رہے ہیں کہ تہجد پڑھنے والے کے لئے کتنا اجر ہے۔ جو بندہ تہجد نہیں پڑھتا اس کو یہ حدیث سن کر خوشی نہیں ہو گی۔ سب مُنْذِر برے کام کرنے والوں کے لئے نہیں ہوتے۔ نبیوں کا بشارت دینا بھی ان لوگوں کو اچھا نہیں لگتا کیونکہ وہ خود عمل نہیں کر رہے ہوتے۔ آج کے مسلمانوں کا بھی یہی مسئلہ ہے چونکہ ہم مان نہیں رہے تو ہمیں بتاؤ بھی نہ۔ اگر آپ اس کام کو اپنی زندگی کا مشن بنائیں گے، تو مرنے کے بعد بھی آپ کا دل نہیں مرے گا۔ آپ کبھی مردہ دل نہیں ہوں گے۔

جس کو ایک دفعہ ہدایت سمجھ آجاتی ہے پھر وہ اس کو چھوڑتا کیوں نہیں ہے؟

اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ جو نبیوں کو مشن دیا ہوتا ہے انہوں نے وہ مشن پورا کر دیا۔ کیا آج ہم بھی اُمت کے لیئے مُبَشِّرِيْنَ اور مُنْذِرِيْنَ والا کام کر رہے ہیں۔

ایک روایت کا خلاصہ ہے کہ کسی کے سامنے حق بات ہو رہی ہو، حق پتہ ہو اور اس کو نہ بتائے، جو غلط ہو اور وہ اس کو صحیح نہ بتائے تو وہ گونگا شیطان ہے۔ جو حق کو چھپالیتا ہے اس کو گونگا شیطان کہتے ہیں۔ آج اُمتِ مسلمہ یہ کام کرلے کہ لوگوں کو ان کی زندگی کا مقصد بتادے، اس کا بہت بڑا نتیجہ نکلے گا۔ جب ہم اسلام کا رنگ برنگا نمونہ پیش کرتے ہیں تو لوگ کبھی بھی پاس نہیں آئیں گے اور اس وقت امت کو بہت بڑا روگ لگا ہوا ہے اور پھر نبیوں کے ساتھ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ۔ اور یہ کافر جھوٹ کی طرف سے جھگڑتے ہیں۔ یعنی جھوٹ کی سائیڈ لیتے ہیں لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ تا کہ حق کو اس کے ساتھ پھسلادیں۔ باطل اتنے اچھے طریقے سے کام کرتا ہے کہ حق کو بھگا دیتا ہے وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا انہوں نے میری آیات کے ساتھ جس نے اُنہیں پکڑ رکھا تھا مذاق بنا رکھا تھا۔ ان کافروں کی اتنی جرأت ہے کہ اللہ کے کلام کو مذاق بناتے ہیں۔ جب لوگ اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہے تو اللہ کو سب پتہ ہوتا ہے، تو کیا اللہ کو غصہ نہیں آتا ہو گا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿٥٧﴾

اور اس سے ظالم کون جس کو اس کے پروردگار کے کلام سے سمجھایا گیا تو اُس نے اس سے منہ پھیر لیا۔

اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اس کو بھول گیا۔ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے کہ اسے سمجھ نہ سکیں۔ اور کانوں میں ثقل (پیدا کر دیا ہے کہ سن نہ سکیں) اور اگر تم ان کو رستے کی طرف بلاؤ تو کبھی رستے پر نہ آئیں گے۔

اب یہاں سے سبق کا تتمہ ہے۔ یعنی جس کو قرآن کی آیات کے ذریعے سے سمجھا دیا فَاَعۡرَضَ عَنۡهَا پھر نہ مانے، اعراض کیا، مَا قَدَّمَتۡ يَدٰهُ اور وہ یہ بھول گیا کہ کیا آگے بھیجا ہے اسکے دونوں ہاتھوں نے۔ بجائے اس کے کہ ایمان لائے، پچھلے گناہوں سے توبہ کر کے ان آیات کو ماننے، اس سے روگردانی چھوڑے بلکہ زد میں آگیا، اور اپنے عمال میں اور خرابیاں پیدا کرنے لگ گیا فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے اِنَّا جَعَلۡنَا عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ اَكِنَّةً اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ کہ ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں اَنۡ يَّفۡقَهُوۡهُ کہ وہ اس کو سمجھیں وَفِىۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرًا اور ان کے کانوں میں بوجھ ہے۔ بالکل یہی بات سورت بنی اسرائیل آیت نمبر 45 میں بھی پڑھ چکے ہیں۔

وَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ جَعَلۡنَا بَيۡنَكَ وَبَيۡنَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسۡتُوۡرًا ۙ﴿۴۵﴾ اور جب قرآن پڑھا کرتے ہو تو ہم تم میں اور ان لوگوں میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے حجاب پر حجاب کر دیتے ہیں۔

یعنی آپ پر اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا جاتا ہے۔ جو عمل نہیں کرتا اس کو پڑھنا بھی مشکل لگتا ہے اور انکا حال ہی ہو جاتا ہے وَاِنۡ تَدۡعُهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى فَلَنۡ يَّهۡتَدُوۡۤا اِذًا اَبَدًا تبھی وہ کبھی ہدایت نہیں پائیں گے، اس لئے کہ حق واضح ہونے کے بعد جب بندہ ہٹ دھرمی اختیار کرتا ہے، تو دل پر مہر لگتی ہے۔ جب قرآن کی باتوں کو سُن کر اس پر عمل نہیں کرتے، آگے سے

لینے کو دل ہی نہیں کرتا۔ اور شیطان کو سب سے زیادہ 'علم' برا لگتا ہے، کتاب کو پڑھنا اور اس کو حفظ کرنا برا نہیں لگتا اور کتاب کی آیتوں کو خوبصورت لکھنا برا نہیں لگتا، صرف اس کتاب کی آیتوں پر عمل کرنا برا لگتا ہے اور ایسے لوگ ہدایت سے دور رہ جاتے ہیں۔ اور اس سے اگلی آیتوں میں رحمت کا ذکر ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿٥٨﴾

اور تمہارا پروردگار بخشنے والا صاحب رحمت ہے۔ اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو پکڑنے لگے تو ان پر جھٹ عذاب بھیج دے۔ مگر ان کے لئے ایک وقت (مقرر کر رکھا) ہے کہ اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔

جیسے ماں بچے کی غلطی برداشت نہیں کرتی اور تھپڑ مارتی ہے، اگر اللہ رحم والا نہ ہوتا تو ادھر سے کسی نے غلطی کی اور اوپر سے کوڑا پڑتا۔ اللہ ایسا نہیں کرتا کیونکہ وہ ذوالرحمتہ ہے۔ یہی بات سورۃ نحل آیت نمبر 41 میں اور سورۃ فاطر میں بھی آتی ہے۔ کہ اگر اللہ لوگوں کو ظلم اور برے اعمال پر پکڑنے لگ جائے، زمین پر تو ایک انسان بھی جیتا نہ رہے بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا۔

مگر ان کے لئے ایک وقت (مقرر کر رکھا) ہے کہ اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔ اللہ ان کو اس لئے ڈھیل دے رہا ہے کہ ابھی انکی پکڑ کا وقت ہی نہیں آیا۔ جب کسی کے وعدے کی مقرر گھڑی، یعنی اجل آجائے گی پھر اسے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی۔

نحل آیت نمبر 61 میں بھی ہم پڑھ چکے ہیں۔

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ﴿۶۱﴾ جب وہ وقت آجاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہ سکتے ہیں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

اس آیت سے یہ پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے گناہوں کے باوجود اس لیے نہیں پکڑ رہا کیونکہ ابھی وقت نہیں آیا۔ ایک وجہ کہ اللہ غفور ہے اور دوسری وجہ کہ وہ رحیم ہے اور ایک وجہ کہ اُس کا ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ آخری آیت میں اس کو عملی طور پر دکھادیا۔

وَتِلۡكَ الۡقُرٰٓى اَهۡلَكۡنٰهُمۡ لَمَّا ظَلَمُوۡا وَجَعَلۡنَا لِمَهۡلِكِهِمۡ مَّوۡعِدًا ﴿۵۹﴾

اور یہ بستیاں (جو ویران پڑی ہیں) جب انہوں نے (کفر سے) ظلم کیا تو ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ اور ان کی تباہی کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا تھا۔

اس سے مراد قوم عاد کی بستیاں، علاقہ حجر کے لوگ ہوں، عاد اور ثمود کے لوگ ہوں، سب اللہ کے اس قانون کی وجہ سے ہلاک ہو گئے وَجَعَلۡنَا لِمَهۡلِكِهِمۡ مَّوۡعِدًا اللہ تعالیٰ نے تو ان کی ہلاکت کے لیے وعدے مقرر کر دیئے تھے۔ جب اللہ کی پکڑ آتی ہے تو دو طرح سے آتی ہے۔

1) ایک انفرادی پکڑ ہوتی ہے۔

2) دوسری اجتماعی پکڑ ہوتی ہے۔

انفرادی پکڑ تو ہر وقت آرہی ہے۔ یہ بڑا اہم نکتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر بندے کو اُسکی ذاتی بنیاد پہ اُسکے

گناہ پر فوری پکڑ تا ہے۔ لیکن آج اجتماعی طور پر اللہ تعالیٰ لوگوں کو مہلت دیتے ہیں، کیونکہ ہماری عمر تھوڑی ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اس میں جلدی سے پکڑ لیتے ہیں اور قوموں کو اللہ تعالیٰ لمبی مہلت دیتا ہے۔ اس وقت امت مسلمہ مہلت کے سالوں میں سے گزر رہی ہے۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا دل کھول دے۔ ہم جس طرح دنیا کے دجل میں آئے ہوئے ہیں، ہمیں یہ سیکھنا ہے کہ اپنے آپ کو ضائع نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں باقیات صالحات میں ڈھال دے۔ اس میں چونکہ نامہ اعمال اور آخرت کی بات آئی تو اس سے متعلق چند روایات ہے۔ آیت 49 میں ہم پڑھ چکے کہ؛

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾

اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر) رکھی جائے گی تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہو گا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو۔ (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے۔ اور جو عمل کئے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے۔ اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

طبرانی کی روایت ہے کہ غزوہ حنین سے ہم فارغ ہو کر ہم چلے، ایک میدان میں رُکے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا جاؤ، جسے کوئی لکڑی، کوڑا، یا گھاس پھوس ملے تو وہ لے آؤ۔ ہم سب گئے جسے کوئی گھاس، کانٹا جو کچھ ملا وہ لے آئے۔ تو ڈھیر لگ گیا۔ آپؐ نے فرمایا! دیکھ رہے ہو، اسی طرح گناہ جمع

ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے۔ اللہ سے ڈرتے رہو اور چھوٹے بڑے گناہوں سے بچو، چونکہ سب لکھے جارہے ہیں اور شمار کئے جارہے ہیں۔ جو خیر اور شر برائی اور بھلائی جس کسی نے کی ہو گی، اسے موجود پائے گا۔ اور آگے بھی سورت قیامت میں ہم پڑھیں گے۔ يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۝ اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیئے جائیں گے ۔

اللہ کے نبیؐ نے فرمایا! ہر بد عہد کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا ہو گا، اس سے اسکی بد عہدی کی پہچان ہو جائے گی۔ حدیث میں ہے کہ یہ جھنڈا اس کی رانوں کے پاس ہو گا، اور اعلان ہو گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی ہے۔ تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ مخلوق میں سے کسی پر ظلم کرے، البتہ معاف کرنا، در گزر کرنا عفو کرنا، اس کی صفت ہے۔ وہ بدکاروں کو بھی اپنی قدرت اور حکمت سے سزا دیتا ہے۔ جہنم، گناہ گاروں اور نافرمانوں سے بھر جائے، کافر، مشرکوں کے سوا مومن، گناہ گار چھوٹ جائیں، اللہ ذرا بھی زیادتی نہیں کرتا۔

مسند احمد میں آتا ہے حضرت جابر کہتے ہیں کہ مجھے ایک روایت پہنچی کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو خاص طور پر ان سے سننے کے لئے ایک اونٹ خریدا اور سامان باندھ کر ایک مہینہ بھر کا سفر کیا، ملک شام میں ان کے پاس پہنچا، تو معلوم ہوا وہ عبد اللہ بن عُنیسؓ ہیں۔ میں نے دربان سے کہا کہ خبر کر دو کہ جابر آیا ہے، انہوں نے پوچھا کہ کیا جابر بن عبد اللہ، تو کہا جی ہاں۔ تو یہ سنتے ہی جھٹ سے چادر سنبھالتے ہوئے جلدی سے باہر آکر مجھے لپٹ گئے۔ فارغ ہو کر میں نے کہا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے یہ آپ نے قصاص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے، تو میں نے چاہا کہ آپ

سے وہ حدیث سن لوں، اس لئے یہاں آیا ہوں اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا، اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کو سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں آپ کو موت نہ آجائے۔ وہ حدیث یہ تھی آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کیا اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا، بالکل اپنے سامنے اکٹھا کرے گا۔ ننگے بدن، بے ختنہ اور بے سر و سامان ہوں گے۔ پھر انہیں نِدا کرے گا۔ جسے دور اور نزدیک والے سب یکساں سنیں گے اور فرمائے گا کہ میں مالک ہوں، میں بدلے دلوانے والا ہوں، کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہیں جائے گا، جب تک کہ اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو میں اس کو وہ نہ دلوا دوں۔ اور نہ کوئی جنتی، جنت میں جا سکتا ہے جب تک کہ اس کا حق کسی جنتی پر ہو اور میں نہ دلوا دوں، گویا کہ وہ ایک تھپڑ ہی کیوں نہ ہو۔ ہم نے کہا کہ اللہ کے نبی یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے، حلانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے مال و اسباب ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دن 'حق' نیکیوں اور برائیوں سے پورے کیے جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی بدلا دلوایا جائے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کریں گے، کل قیامت کے دن وہاں نظر آئے گا۔ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا

تو بہت سوچ کے لوگوں کے ساتھ معاملہ کریں۔ کم بولیں اور غور و فکر کی عادت ڈالیں۔